حضرت ابوحازمؒ تابعی سلیمان ابن عبدالملکؒ کے دربار میں

مسند دارمی میں سند کے ساتھ مذکور ہو کر ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملکؒ مدینہ طیبہ پہنچے اور چند روز قیام کیا تو لوگوں سے دریافت کیا کہ مدینہ طیبہ میں اب کوئی ایسا آدمی موجود ہے جس نے کسی صحابیؓ کی صحبت پائی ہو؟ لوگوں نے بتلایا، ہاں ابوحازمؒ ایسے شخص ہیں، سلیمان نے اپنا آدمی بھیج کر ان کو بلوالیا، جب وہ تشریف لائے تو سلیمانؒ نے کہا کہ اے ابوحازمؒ یہ کیا بے مروتی اور بیوفائی ہے؟ ابوحازمؒ نے کہا، آپنے میری کیا بے مروتی اور بیوفائی دیکھی ہے؟ سلیمانؒ نے کہا کہ مدینہ کے سب مشہور لوگ مجھ سے ملنے آئے، آپ نہیں آئے، ابوحازمؒ نے کہا، امیرالمومنین میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس سے کہ آپ کوئی ایسی بات کہیں جو واقعہ کے خلاف ہے، آج سے پہلے نہ آپ مجھ سے واقف تھے اور نہ میں نے کبھی آپ کو دیکھا تھا، ایسے حالات میں خود ملاقات کے لئے آنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بیوفائی کیسی!

سلیمانؒ نے جواب سنکر ابن شہاب زہریؒ اور حاضرین مجلس کی طرف التفات کیا، تو امام زہریؒ نے فرمایا کہ ابوحازم نے صحیح فرمایا، آپ نے غلطی کی۔

اس کے بعد سلیمانؒ نے روئے سخن بدل کر کچھ سوالات شروع کئے اور کہا اے ابوحازمؒ! یہ کیا بات ہے کہ ہم موت سے گھبراتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی آخرت کو ویران اور دنیا کو آباد کیا ہے، اس لئے آبادی سے ویرانہ میں جانا پسند نہیں۔

سلیمانؒ نے تسلیم کیا، اور پوچھا کہ کل اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کیسے ہوگی؟ فرمایا کہ نیک عمل کرنے والا تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح جائے گا جیسا کوئی مسافر سفر سے واپس اپنے گھر والوں کے پاس جاتا ہے، اور برے عمل کرنے والا اس طرح پیش ہوگا، جیسا کوئی بھاگا ہوا غلام پکڑ کر آقا کے پاس حاضر کیا جائے۔

سلیمانؒ یہ سنکر رو پڑے، اور کہنے لگے کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے کیا صورت تجویز کر رکھی ہے، ابوحازم نے فرمایا کہ اپنے اعمال کو اللہ کی کتاب پر پیش کرو تو پتہ لگ جائیگا

سلیمانؒ نے دریافت کیا کہ قرآن کی کس آیت سے یہ پتہ لگے گا؟ فرمایا اس آیت سے، اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ (۸۲: ۱۳-۱۴) "یعنی بلاشبہ نیک عمل کرنے والے جنت کی نعمتوں میں ہیں، اور نافرمان گناہ شعار دوزخ میں"

سلیمان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو بڑی ہے، وہ بدکاروں پر بھی حاوی ہے، فرمایا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ (۷: ۵۶) "یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک عمل کرنے والوں سے قریب ہے"

سلیمانؒ نے پوچھا اے ابوحازمؒ اللہ کے بندوں میں سب سے زیادہ کون عزت والا ہے؟ فرمایا وہ لوگ جو مروت اور عقل سلیم رکھنے والے ہیں۔

پھر پوچھا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ تو فرمایا کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی حرام چیزوں

سے بچنے کے ساتھ۔

پھر دریافت کیا کہ کونسی دعاء زیادہ قابل قبول ہے؟ تو فرمایا کہ جس شخص پر احسان کیا گیا ہو اس کی دعاء اپنے محسن کے لئے اقرب الی القبول ہے۔

پھر دریافت کیا کہ صدقہ کونسا افضل ہے؟ تو فرمایا کہ مصیبت زدہ سائل کے لئے باوجود اپنے افلاس کے جو کچھ ہو سکے، اس طرح خرچ کرنا کہ نہ اس سے پہلے احسان جتائے اور نہ ٹال مٹول کر کے ایذاء پہونچائے۔

پھر دریافت کیا کہ کلام کونسا افضل ہے؟ تو فرمایا کہ جس شخص سے تم کو خوف ہو یا جس سے تمھاری کوئی حاجت ہو اور امید وابستہ ہو اس کے سامنے بغیر کسی رورعایت کے حق بات کہدینا۔

پھر دریافت کیا کہ کونسا مسلمان سب سے زیادہ ہوشیار ہے؟ فرمایا وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے تحت کام کیا ہو اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دی ہو۔

پھر پوچھا کہ مسلمانوں میں کون شخص احمق ہے؟ فرمایا وہ آدمی جو اپنے کسی بھائی کی اس کے ظلم میں امداد کرے، جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اس نے دوسرے کی دنیا درست کرنے کے لئے اپنا دین بیچ دیا، سلیمانؒ نے کہا کہ صحیح فرمایا۔

اس کے بعد سلیمانؒ نے اور واضح الفاظ میں دریافت کیا کہ ہمارے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ابوحازمؒ نے فرمایا کہ مجھے اس سوال سے معاف رکھیں تو بہتر ہے، سلیمانؒ نے کہا کہ نہیں، آپ ضرور کوئی نصیحت کا کلمہ کہیں۔

ابوحازمؒ نے فرمایا اے امیرالمؤمنین تمھارے آباء واجداد نے بزور شمشیر لوگوں پر تسلط کیا، اور زبردستی ان کی مرضی کے خلاف ان پر حکومت قائم کی، اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا، اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے، کاش! آپ کو معلوم ہوتا کہ اب وہ مرنے کے بعد کیا کہتے ہیں، اور ان کو کیا کہا جاتا ہے۔

حاشیہ نشینوں میں سے ایک شخص نے بادشاہ کے مزاج کے خلاف ابوحازمؒ کی اس صاف گوئی کو سنکر کہا کہ ابوحازمؒ تم نے یہ بہت بری بات کہی ہے، ابوحازمؒ نے فرمایا کہ تم غلط کہتے ہو بری بات نہیں کہی، بلکہ وہ بات کہی جس کا ہم کو حکم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علماء سے اس کا عہد لیا ہے کہ حق بات لوگوں کو بتلائیں گے چھپائیں گے نہیں، لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ۔ (۳:۱۸۷)

یہی وہ بات ہے جس کے لئے یہ طویل حکایت امام قرطبی نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں درج فرمائی ہے۔

سلیمانؒ نے پھر سوال کیا کہ اچھا اب ہمارے درست ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا کہ

تکبر چھوڑ دو، مروت اختیار کرو، اور حقوق والوں کو ان کے حقوق انصاف کے ساتھ تقسیم کرو۔

سلیمانؒ نے کہا کہ ابو حازمؒ کیا ہو سکتا ہے کہ آپ ہمارے ساتھ رہیں، فرمایا: خدا کی پناہ سلیمانؒ نے پوچھا کیوں؟ فرمایا کہ اس لئے کہ مجھے خطرہ یہ ہے کہ میں تمہارے مال و دولت اور عزت وجاہ کی طرف کچھ مائل ہو جاؤں جس کے نتیجہ میں مجھے عذاب بھگتنا پڑے۔

پھر سلیمانؒ نے کہا کہ اچھا آپ کی کوئی حاجت ہو تو بتلایئے کہ ہم اس کو پورا کریں؟ فرمایا: ہاں ایک حاجت ہے کہ جہنم سے نجات دلادو اور جنت میں داخل کردو، سلیمانؒ نے کہا کہ یہ تو میرے اختیار میں نہیں، فرمایا کہ پھر مجھے آپ سے اور کوئی حاجت مطلوب نہیں۔

آخر میں سلیمانؒ نے کہا کہ اچھا میرے لئے دعا کیجئے، تو ابو حازمؒ نے یہ دعا کی، یا اللہ اگر سلیمان آپ کا پسندیدہ ہے تو اس کے لئے دنیا و آخرت کی بہتری کو آسان بنا دے، اور اگر وہ آپ کا دشمن ہے تو اس کے بال پکڑ کر اپنی مرضی اور محبوب کاموں کی طرف لے آ۔

سلیمانؒ نے کہا کہ مجھے کچھ وصیت فرما دیں، ارشاد فرمایا کہ مختصر یہ ہے کہ اپنے رب کی عظمت و جلال اس درجہ میں رکھو کہ وہ تمہیں اس مقام پر نہ دیکھے جس سے منع کیا ہے، اور اس مقام سے غیر حاضر نہ پائے جس کی طرف آنے کا اس نے حکم دیا ہے۔

سلیمان نے اس مجلس سے فارغ ہونے کے بعد سو گنیاں بطور ہدیہ کے ابو حازم کے پاس بھیجیں، ابو حازم نے ایک خط کے ساتھ اُن کو واپس کر دیا، خط میں لکھا تھا کہ اگر یہ سو دینار میرے کلمات کا معاوضہ ہیں تو میرے نزدیک خون اور خنزیر کا گوشت اس سے بہتر ہے، اور اگر اس لئے بھیجا ہے کہ بیت المال میں میرا حق ہے تو مجھ جیسے ہزاروں علماء اور دین کی خدمت کرنے والے ہیں، اگر سب کو آپ نے اتنا ہی دیا ہے تو میں بھی لے سکتا ہوں، ورنہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

ابو حازم کے اس ارشاد سے کہ اپنے کلماتِ نصیحت کا معاوضہ لینے کو خون اور خنزیر کی طرح قرار دیا ہے اس مسئلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ کسی طاعت و عبادت کا معاوضہ لینا اُن کے نزدیک جائز نہیں۔

Imām al-Qurṭubī has, in his commentary, related a very illuminating story in this context - a story which has come down to us through a chain of reliable reporters, and has been taken from the "Musnad" of Darimi.

During one of his visits to the Holy town of Madīnah, the Ummayyid Caliph Sulaymān ibn 'Abd al-Mālik wanted to meet someone who had lived with a Companion of the Holy Prophet ﷺ, if such a man was still alive. On being informed that Abū Ḥāzim was the only man of this kind left in the town, he sent for him .

The Caliph said to him, "Abū Ḥāzim, why have you shown such discourtesy and disloyalty?"

"How have I been discourteous or disloyal to you?"

"Everybody who is anybody in Madīnah has come to see me, but you haven't", complained the Caliph.

"O chief of the Muslims, may Allah protect you against saying something which is not true to the fact", replied Abū Ḥāzim "You have not been familiar with my name before today, nor have I ever seen you. Things being what they are, how could I come to meet you? Is it disloyalty or discourtesy?"

The Caliph looked around questioningly. Imām Zuhrī spoke up: "Abū Ḥāzim is right, and you are wrong."

Changing the subject, the Caliph asked: "Abū Ḥāzim, how is it that I don't like to die?"

"The reason is simple," Abū Ḥāzim said "You have made your world flourish, and turned your habitation in the other world into a desert. Naturally, you don't like to leave a flourishing city for a desert."

The Caliph admitted that it was true, and came out with another question: "What would it be like when we have to appear before Allah tomorrow?"

Said Abū Ḥāzim, "The man who has been doing good deeds will present himself before Allah like the man who returns from a travel to his loved ones, while the man who has been doing evil deeds will

appear like the slave who had run away and has now been brought back to his master."

The Caliph burst into tears, and said with a sigh, "I wish we could know how Allah would deal with us."

Abū Hāzim replied, "Assess your deeds in the light of the Book of Allah, and you will know."

"Which verse of the Holy Qur'ān can help us to do so?"

"Here is the verse: إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ : "Surely the righteous shall be in bliss, and the transgressors shall be in a fiery furnace." (82:13-14)

The Caliph remarked: "Allah's mercy is great; it can cover even the wrong-doers."

Abū Hāzim recited another verse: إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ : "Surely the Mercy of Allah is close to those who do good deeds." (7:56)

The Caliph advanced another question: "Tell me, Abu Hazim, who is the most honorable among the servants of Allah?"

"Those who are mindful of their fellow-human beings, and possess the right kind of understanding to know the truth."

"Which is best among good deeds?"

"Fulfilling the obligations laid down by Allah, and keeping away from what He has forbidden."

"Which is the prayer that is likely to be accepted by Allah?"

"The prayer of a man for him who has done him some good."

"Which is the best form of charity?"

"Giving as much as one can, in spite of one's own need, to a man in misery without trying to make him feel grateful and without causing him pain by trying to put him off."

"Which is the best form of speech?"

"Speaking the truth plainly and unreservedly before the man who can harm you in some way or from whom you expect a favour."

"What kind of man is the wisest among the Muslims?"

"He whose actions are governed by obedience to Allah, and who invites others as well to it."

"What kind of man is the most stupid?"

"He who helps another man in committing some injustice, which comes to mean that he has been selling off his faith for serving the worldly interests of that man."

The Caliph agreed with all this, and then asked him pointedly, "What do you think of me?" Abū Hāzim wanted to be excused from replying to such a question, but the Caliph insisted that he should say a word of advice. Abū Hāzim said:

"O chief of the Muslims, your forefathers established their rule over the people with the help of the sword and against their will, after killing hundreds of men. Having done all this, they departed from the world. I wish you could know what they themselves are saying after their death and what people are saying about them."

Fearing that the Caliph would be displeased by such plain talk, one of his courtiers rebuked Abū Hāzim for having spoken so rudely. He replied: "No, you are wrong. I have not said anything rude but only what Allah has commanded us to say. For Allah has enjoined upon the *'ulamā'* to speak the truth before the people and not to conceal it." And he recited this verse of the Holy Qur'ān: لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ : "You shall make it clear to the people and not conceal it." (3:187)

The Caliph asked, "Alright how can we reform ourselves now?"

Abū Hāzim said, "Give up your pride, acquire a spirit of fellow-feeling for the people, and give them justly what is due to them."

"Abū Hāzim, is it possible that you come to live with us?"

"May Allah protect me from it!"

"Why?"

"Because I am afraid that if I live with you, I might begin to like your wealth and your grandeur, and have to suffer a grievous punishment for it in the other world."

"Well, is there anything you need? What can we do for you?"

"Yes, I have a need. Please help me to save myself from Hell and to enter Paradise."

"This is not in my power."

"Then, there is nothing you can do for me."

The Caliph asked him to pray for him. Abū Hāzim made this prayer: "O Allah, if you approve of Sulayman, make the well-being of this world and the next easily accessible to him; but if he is your enemy, drag him by the hair towards the deeds you approve of."

The Caliph then asked him for some special advice. Abū Hāzim said: "I shall make it short. You should have the fear of your Lord and reverence for Him to the degree that He never finds you present at the place He has forbidden, and never finds you absent from the place where He has commanded you to be."

Later on, the Caliph sent one hundred gold dinars to him as a present. Abū Hāzim sent the money back with a letter, saying: "If these dinars are the wages for my words, then blood and pork are, in my eyes, cleaner than this money. If you believe that this money is my due from the public exchequer, then there are hundreds of '*Ulamā*' and servants of Islam. If you have sent the same amount to each one of them, I can accept the money, otherwise I do not need it."

Abū Hāzim's refusal to accept the wages for giving advice clearly shows that taking wages for an act of worship or obedience to Allah is not permissible.